# تعلیمات رسول ﷺ کی روشنی میں ذرائع ابلاغ کا کردار اور ذمہ داریاں: تحقیقی مطالعہ

# The Role and Responsibilities of Media in the Light of Teachings of Prophet Muhammad ﷺ: A Research Based Study


عبدالمہیمن *

سلطان سکندر **



## *ABSTRACT*

In modern day world media is considered as the forth pillar of state which plays a very vital role in shaping society. Media is considered a mirror of society. Media not only provides information but it educates people and provides them with entertainment as well. Moreover, modern day advertisement is largely based on media as well. On the other hand commercialism has affected the role of media and questions are raised on its integrity. Media has become an industry and the freedom of speech knows no ethical limits. This article elaborates the Islamic concept of communication and its various dimensions. It further highlights the role of media and its responsibilities in the light of the teachings of Prophet Muhammad ﷺ. The research ends with few recommendations needed to be considered.



* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف ہری پور، ہری پور، پاکستان۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز جی ٹین فور، اسلام آباد، پاکستان ۔

انسانی فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے کی ضرورت اور خواہش محسوس کرتا ہے اور اسی طرح دوسروں کے حالات سے آگاہی بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اپنی اس ضرورت کو انسان ازل سے پورا کرتا چلا آرہا ہے اور اسی کو ابلاغ یا تبلیغ کہا جاتا ہے۔ عام طور پر ابلاغ اور صحافت کو اقلیم کا چوتھا طبقہ کہا جاتا ہے۔ کسی بھی مملکت یا اقلیم میں سب سے نمایاں مقام حکمرانوں کو دیا جاتا ہے، دوسرا مقام دینی پیشواؤں کا ہے جبکہ تیسرا درجہ عوام الناس کا ہے اور چوتھا اہم مقام ابلاغ اور صحافت کو عطا ہوا ہے۔ ابلاغ اور صحافت کے لئے "چوتھے طبقے" کا توصیفی نام دنیا بھر میں تعظیم و تکریم کے ساتھ مستعمل ہے۔ اس کے علاوہ کسی بھی جمہوری حکومت میں تین ادارے ضروری اور تمام تر اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، اولاً قانون ساز ادارے، ثانیاً حکومت کا صیغہ ءانتظامی اور ثالثاً حکامِ عدالت بحیثیت مجموعی یا عدلیہ۔ ان تینوں اداروں کے بغیر کوئی حکومت بر سرِ عمل نہیں رہ سکتی اور فی زمانہ یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کی طرح کسی بھی جمہوری حکومت میں ابلاغ اور صحافت کی بڑی اہمیت ہے [۱]۔

## ابلاغ کا مفہوم

ابلاغ کے لغوی معنی پہنچانا کے ہیں، اصطلاحاً ابلاغ سے مراد دوسروں تک اپنے خیالات پہنچانا، اپنا مطلب واضح کرنا اور بات چیت کا عمل ہے۔ ابن منظور کے مطابق ابلاغ اور تبلیغ کا لغوی مفہوم پہنچانا ہے اور اصطلاحاً اس کا معنی یہ ہے کہ کسی اچھائی، خوبی اور بالخصوص دینی امور کو دوسرے افراد و اقوام تک پہنچایا جانا [۲]۔ ابلاغ کے عمل کے دوران بیک وقت ہزاروں لوگ مخاطب ہوتے ہیں جن کا ذوق اور ذہنی معیار مختلف ہوتا ہے اس لئے ایک وقت میں سب سے مطابقت پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ درست اور مناسب ابلاغ وہی ہے کہ جس میں بیک وقت ہزاروں سامعین کو متوجہ اور متاثر کیا جائے اور ان تک اپنی بات پہنچائی جائے، جس طرح ایک فرد کا دوسرے فرد کے ساتھ ابلاغی رابطہ قائم ہے اسی طرح یہ عمل اسی وقت میں ہزاروں لوگوں کے ساتھ بھی ہو رہا ہو۔ گویا ابلاغ کا عمل دو حصوں میں بٹ جاتا ہے اولاً یہ کہ پیغام رساں کیا پیغام دینا چاہتا ہے اور ثانیاً اس پیغام کی ترسیل کے لئے وہ کون سا طریقہ استعمال کرتا ہے، ایک ایسا پیغام جس کا مواد خام ہو اور جو بہتر طور پر نہ پیش کیا جائے، اس کا حلقہ اثر بھی محدود ہوتا ہے۔ ابلاغ سے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لئے پیغام کے الفاظ، وقت اور پیغام وصول کرنے والے کے ماحول کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ آج کے پیچیدہ دور میں ابلاغ عامہ ایک اہم کردار کا حامل ہے، نظامِ حکومت خواہ جمہوری ہو یا آمرانہ، ابلاغ اور ذرائع

ابلاغ کی ضرورت مسلم ہے، آمرانہ نظام میں ذرائع ابلاغ پر حکومت کا مکمل کنٹرول ہوتا ہے جبکہ جمہوری نظام میں ترغیب کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔

## ابلاغ کے مقاصد اور غرض وغایت

عام طور پر ابلاغ عامہ کے چار مقاصد بیان کئے جاتے ہیں اولاً خبر دینا، ثانیاً عوام کی سیاسی تربیت اور رہنمائی کرنا، ثالثاً قارئین، سامعین اور ناظرین کے ذوقِ سلیم اور اخلاق کو نکھارنا اور رابعاً عام لوگوں کی تفریح طبع کے لئے مواد فراہم کرنا۔ ابلاغ ہمیشہ کسی نہ کسی مقصد کا پابند ہوتا ہے، کیونکہ اسے عوام کی رہنمائی کرنا ہوتی ہے، اسی لیے اس کی زبان وہ نہیں ہو سکتی جو ادب کی زبان ہوتی ہے، ابلاغ کی زبان عوامی، عام فہم اور سریع الاثر ہوتی ہے۔ ابلاغ عوام کے لیے محض ذریعہ ءاطلاع ہی نہیں بلکہ ذریعہ ء تفریح بھی ہے ۔ عصرِ حاضر میں صحافت کا نصب العین ملک کے اتحاد اور سالمیت کا تحفظ اور سماج میں محبت اور یگانگت، میل جول، بھائی چارے، سیکولرزم اور رواداری کے جذبات کو مستحکم بنانا ہونا چاہیے، ابلاغ کے ذریعے اخلاقی اقدار فروغ اور قومی کردار کی تعمیر ضروری ہے ۔ موجودہ حالات میں سنسنی خیز صحافت کے مضمرات کو سمجھنا ضروری ہے اور قلم کو بلیک میل کا ذریعہ بننے نہیں دینا چاہیے کیونکہ ایسا کرنا ابلاغ کی طاقت کے ناجائز استعمال کے مترادف ہو گا[۳]۔

ذرائع ابلاغ کو بہت سے کام سرانجام دینے ہوتے ہیں، یہ ذرائع سماجی تبدیلیوں کے لئے ترغیب کا ذریعہ بنتے ہیں، ترقیات کے لئے سازگار ماحول پیدا کرتے اور روایتی معمولات پر اثر انداز ہوتے ہیں، مختلف قسم کا تعلیمی ماحول پیدا کرتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ کے مقاصد میں وسعت آگئی ہے اور اب اس کے مقاصد میں یہ سب بھی شامل ہیں: ترقی کے رجحان کا فروغ، صحت مند اور وطن دوست معاشرے کی تشکیل، عالمی معاشرے کا قیام، حقائق کا انکشاف، معیشت کا فروغ، سیاسی شعور و استحکام، رائے عامہ کی تشکیل، تفریح کی فراہمی، ملکی سلامتی کا تحفظ، خیر و شر کی تمیز، ثقافتی ہم آہنگی، نوعِ انسان کی درس و تدریس کا فرض[۴]۔

## ابلاغ کے اثرات

ابلاغ کے اثرات دنیا کے ہر معاشرے پر ہوتے ہیں، اقوام عالم کی ثقافتی، مذہبی، تہذیبی، سیاسی اور سماجی ترقی کا انحصار مؤثر ابلاغ پر ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں ہر تہذیب اور معاشرے میں معلومات اور اطلاعات کی روایات اور پالیسیاں بہت اہم رہی ہیں۔ ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع انسان کی کسی نہ کسی حس کو بیدار کرتے ہیں۔ سمعی ذرائع (The Organized Media) ہماری سننے کی حس پر، جگہ گھیرنے (Space and

(Space Organized Media) وقت اور جگہ ، قوت کی دیکھنے ہماری والے (Time Organized Media
دونوں پر محیط ذرائع ، ہماری ان دونوں حسوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگر ابلاغ کے اثرات پر غور کیا جائے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ ہماری زندگی کا یہ عمل اور ہمارا رویہ ، ابلاغ عامہ کا مرہونِ منت ہے۔ ابلاغ افراد پر اثر کرتا ہے ، افراد ایک معاشرے میں زندگی بسر کرتے ہیں مگر ان کی عادات و اطوار اور اندازِ فکر میں فرق ہوتا ہے، ہر فرد اپنے معاشرے میں ابلاغ عامہ کے مختلف ذرائع کے علاوہ اور بہت سی قوتوں کے زیر اثر ہوتا ہے۔ مطبوعہ اور زبانی پیغام میں سے زبانی پیغام زیادہ مؤثر ہو گا۔ زبانی پیغام پڑھنے لکھنے کی قابلیت سے محروم اور کم ذہنی سطح کے لوگوں کے لئے اہم ہوتا ہے جبکہ پڑھے لکھے لوگوں کے لئے تحریری مواد اہمیت رکھتا ہے۔

## ذرائع ابلاغ قبل از اسلام

نبی کریم ﷺ کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے ذرائع ابلاغ اور صحافت کو قدیم تاریخی پسِ منظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ قرآنِ کریم میں جن انبیاء کا ذکر موجود ہے ان میں سے حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق روایت ہے کہ آپ فنِ تحریر کے موجد تھے، ایسی ہی روایات حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں بھی ملتی ہیں۔ قرآنِ کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتھر کی تختیوں پر کندہ احکامِ شریعت عطا کئے جانے کا ذکر ہے۔ دیارِ عرب سے ملنے والی قدیم نوشتوں کی قدامت اٹھارہ سو سال قبل مسیح تک پہنچتی ہے۔ مصر کی تحریریں ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح تک کی ہے۔ پرانے ادوار کے کتبے اور ستون شروع میں خبر رسانی کی ابتدائی تاریخ کی گم شدہ کڑیاں ہیں۔ بابل اور نینوا کے شہروں میں چٹانوں پر کنندہ عبارتیں ملی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قریباً سات سو اکاون برس قبل رومن راج میں روزانہ ایک قلمی خبر نامہ جاری کیا جاتا تھا جس میں سرکاری اطلاعات اور جنگ کی خبریں ہوتیں تھیں(۵)۔ ظہورِ سلام سے پہلے پائے جانے والے چند اہم ذرائع ابلاغ میں شعر وشاعری، میلے اور بازار مثلاً عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز شامل ہیں۔ اس کے علاوہ خطبے اور وصیتیں، معلقات، تجارتی اسفار اہم ہیں۔

## نبی کریم ﷺ کے دورِ مبارکہ میں ذرائع ابلاغ

نبی کریم ﷺ کو انسانیت کو پیغام کے ابلاغ کے لئے بھیجا گیا، آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی ابلاغ کا سب سے بڑا ذریعہ تھی، آپ ﷺ نے انتہائی مختصر عرصے میں ایسا مؤثر ابلاغی فریضہ انجام دیا کہ جس کی

مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی ہے اور یہ ہی وہ ذمہ داری تھی جو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپی گئی تھی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ﴾[6]

اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی۔

ابلاغ اور ذرائع ابلاغ کے کردار اور ذمہ داریوں کے حوالے سے تعلیماتِ نبوی ﷺ کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابلاغ کی تکمیل میں کیا ذرائع استعمال کیے، آپ ﷺ سے پہلے کون سے ذرائع استعمال ہوتے تھے اور آپ ﷺ نے ان ذرائع ابلاغ سے کیسے استفادہ کیا اور ہمارے لئے کیا رہنما اصول فراہم کیے۔ نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں ذرائع ابلاغ زیادہ نہ تھے پر نبی کریم ﷺ نے دستیاب ذرائع ابلاغ کا حتی الامکان استعمال کر کے اتنے کم عرصے میں انسانی تاریخ کا عظیم انقلاب برپا کیا۔ احمد حسن زیات کے مطابق عہد رسالت میں شاعری کا دائرہ تنگ ہو گیا اور خطابت کی وسعتیں سمٹ کر قرآنِ کریم کے جھنڈے تلے آگئیں، اس عظیم الشان قرآنی دعوت کا ایک لازمی تقاضا خط و کتابت کے سلسلہ کا جاری رکھنا تھا، چنانچہ یہ سلسلہ جدید رونما ہو گیا[7]۔ نبی کریم ﷺ کے دورِ مبارکہ میں پائے جانے والے چند اہم ذرائع ابلاغ ذیل میں درج ہیں:

- **ابلاغ بذریعہ شاعری**

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۴ہجری) ہجرت مدینہ کے بعد مسلمان ہوئے، دیگر شعراء کی طرح انہوں نے بھی شاعری سے ابلاغ کا کام لیا، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کفار کی ہجو کرتے اور مسلمانوں کی تعریف کرتے، نبی کریم ﷺ کی مدح کرتے اور ان کی مالی ضرورتیں بیت المال سے پوری ہوتی رہتی تھیں۔

- **ابلاغ بذریعہ دعوت و تبلیغ**

نبی کریم ﷺ نے تبلیغ اور اشاعت کا خاص طور پر اہتمام فرمایا، جب قبائل اسلام قبول کرتے تو ان کے ساتھ کسی صحابی کو مبلغ بنا کر روانہ کر دیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ خطیب اور مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پہلا مبلغ مقرر کیا تھا۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اہل صفہ کو قرآن پڑھاتے تھے۔

- **ابلاغ بذریعہ رسل ورسائل**

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سلاطین اور امراء عرب کے ساتھ خط وکتابت کے فرائض سر انجام دیتے تھے اور حکام اور مبلغین کے نام احکام روانہ کرتے تھے، اس شعبہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے۔ آپ ﷺ خطوط اور فرامین پر اپنی مہر لگاتے تھے جو کہ حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کے پاس رہتی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے دنیا کے مختلف بااثر لوگوں، بادشاہوں اور حکمرانوں کو تبلیغی خطوط ارسال فرمائے، مورخین کے نزدیک ایسے ناموں کی تعداد دو سو پچاس سے زائد ہے جن میں سے بعض اہم نام حبشہ کے شاہ نجاشی، مصر کے مقوقس، ایران کے خسرو پرویز، روم کے ہرقل، یمامہ کے ہوزہ بن علی، بحرین کے منذر بن ساوی، عمان کے جعفر بن جلندی اور دمشق کے حارث بن ابی شمر ہیں۔

عہدِ جدید میں علوم وفنونِ ابلاغِ عامہ کے حوالے سے یہ بات مسلمات میں شامل ہے کہ ابلاغ کے پورے عمل کا دارومدار کلیۃً انسانی رویے پر ہوتا ہے، نیز ابلاغِ عامہ کے دوران تبلیغ وترسیل کے طرق وذرائع سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہوتی ہے کہ کوئی پیغام، دعوت، مدعا، مضمون، نقشہ، خاکہ، کتنا معنی خیز، کتنا سریع الاثر اور کس درجہ نتائج افروز ہے، اس جہت سے بھی سیرتِ مبارکہ کا مطالعہ اجالا بخشتا ہے، چونکہ انسانی رویے کے ہمہ جہتی حسن کے حوالے سے نبی کریم ﷺ اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز تھے، اور آپ ﷺ ہر مرحلے، ہر لمحہ زندگی میں حسنِ قول وفعل کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اپنے بدترین دشمنوں کے دل بھی فتح کر لیتے تھے، اسی لئے ابلاغِ حق کا کامل ترین نمونہ بھی گویا آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ ﷺ کے ہاتھوں متشکل ہوا۔ آپ ﷺ کا پیغام واقعتاً اتنا معنی خیز، اس درجہ سریع الاثر اور ایسا نتائج افروز ثابت ہوا کہ جس کے اثرات وثمرات کو دنیا بچشمِ حیرت دیکھتی چلی آرہی ہے[۸]۔

- **ابلاغ بذریعہ مسجد**

نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں مساجد کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہوا، ابلاغ کا کام مسجد سے بھی کیا جاتا تھا، دور دراز سے لوگ آتے اور تعلیماتِ اسلامیہ سے بہرہ ور ہوتے، اسی طرح حج بھی ایک ایسا ادارہ ہے جو بین الاقوامی سطح پر میل جول کا ایک ذریعہ تھا۔

- **فنِ خطابت بطور ذریعہ ابلاغ**

شاعری کی طرح فنِ خطابت بھی ایک مؤثر ذریعہ ءابلاغ تھا، لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے، دلائل سے خاموش کرنے اور اہم کاموں پر ابھارنے کا یہ ایک کارگر ذریعہ تھا۔ قیس بن ساعدۃ الایادی نجران کا پادری اور خطیب تھا، اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتا، تلوار کا سہارا لیتا اور خطبے میں امابعد کہتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا اور اس کے شعر سننے کی خواہش بھی ظاہر کی[۹]۔

نبوت و رسالت کا بنیادی تقاضہ اور فرضِ منصبی بہر حال ابلاغِ پیغام ہے، ہر نبی و رسول کی مساعی حسنہ کا تمام تر ہدف تبلیغ و تلقینِ حق ہے، اس اعتبار سے خطبہ ء حجۃ الوداع کی صورت میں نبی کریم ﷺ نے بحیثیتِ رسول ابلاغِ حق کو اس نقطہ ء کمال تک پہنچا دیا کہ جس سے آگے کوئی حدِ کمال نہیں ہے[۱۰]۔

**اسلام میں آزادی رائے**

اسلام میں رائے کی آزادی اور احترام کو بڑی جگہ دی گئی ہے، اسلام سے پہلے آزادیءرائے کا تصور معدوم تھا، آزادیءرائے کی بہت سی مثالیں نبی کریم ﷺ کی غزوات سے ملتی ہیں، ہر غزوہ سے پہلے آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے معلوم کیا کرتے تھے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِ﴾[۱۱] (دین کے بارے میں کوئی بھی زبردستی نہیں)۔

**اسلام میں ابلاغ کا تصور اور غرض وغایت**

اسلام کی عمارت کی بنیادوں میں سے ایک اہم بنیاد ابلاغ ہے اور نبی کریم ﷺ کی اصل ذمہ داری اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا تھا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنَّمَا عَلَيۡكَ ٱلۡبَلَٰغُ﴾[۱۲] (تو آپ ﷺ پر صرف (پیغام) پہنچا دینا ہے)۔

قرآنِ کریم میں یہ مضمون بار بار آیا ہے[۱۳] اسلام میں ابلاغ کا سب سے بنیادی مقصد امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے، اس کے علاوہ ذرائع ابلاغ اسلامی معاشرے اور رائے عامہ کی تشکیل اور تطہیر کا فرض سرانجام دیتے ہیں۔ اسلامی مملکت کے تمام شہریوں کا بنیادی حق ہے کہ وہ حالات وواقعات اور اس کے پسِ منظر سے کما حقہ واقف و آگاہ ہوں تاکہ وہ قرآنِ کریم کو مطابق اپنے اولی الامر کو مفید اور درست مشورے دے سکیں۔ جس طرح غلط مشورہ دینا، غلط اور غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے، اسی طرح خلافِ حقیقت، گمراہ کن اور تہذیب و شائستگی کے منافی اطلاعات و خیالات جن سے فساد فی الارض کا اندیشہ ہو، پھیلانا بھی

درست نہیں ہو سکتا۔ حالات و واقعات اور حقائق کی خبر بلاشبہ ذہنوں کے لئے روشنی کی مانند ہے لیکن جن اطلاعات سے ذہنوں میں اجالے کی بجائے اندھیرا چھاجاتا ہے ان کو عام کرنا بھی کوئی اچھا فعل نہیں ہو سکتا۔

مومن صحافی وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کو حالات و واقعات کی ٹھیک ٹھیک خبریں مہیا کرے اور اس طرح انہیں تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کا فرض سر انجام دے۔ روشنی در حقیقت خبر ہی کا دوسرا نام ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ذریعے ہمیں اندھیرے سے نکال کر جس روشنی میں پہنچایا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدانیت، اس کی جملہ صفات، آخرت میں اس کے حضور پیشی اور پھر جزا و سزا کے طور پر جنت اور جہنم کی زندگی سے متعلق "خبر" ہی تھی جو ہمیں پہنچائی گئی اور اس مصدقہ خبر سے محرومی کی صورت میں ہم اندھیرے میں تھے، خبر روشنی اور بے خبری اندھیرا ہے، روشنی انسدادِ جرائم کا سب سے بڑا اور مؤثر ذریعہ ہے، اندھیرا ہر مجرم کی بنیادی ضرورت، اس کا سب سے بڑا سہارا اور اس کا مضبوط ترین محافظ ہے، خبر اور روشنی ہر مجرم کی موت ہے[۱۴]۔

## اسلام میں ابلاغ کے اہم خدوخال

اسلام میں ابلاغ اور صحافت کے بنیادی خدوخال میں سے سب سے اہم تعمیر ملت ہے اور اس کے لئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی نیکی کی تلقین کی جائے اور برائی سے روکے جانا اساس قرار دیا گیا ہے، قوم کو صحیح اطلاعات سے آگاہ کیا جائے، صحافی ہوا کے رخ پہ نہ چلے بلکہ وہ قوم کو سچائی کے ساتھ موقع دے کہ وہ حقیقت کی تہہ تک پہنچ سکے، اسلامی ابلاغ اور صحافت کا ایک اور اہم عنصر فکر اور فرد کی حریت، انسانیت کی قدر اور اس کا فروغ ہے۔ اسلامی ابلاغ اور صحافت کا ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس میں زرد صحافت کا قطعی طور پر کوئی تصور نہیں ہے، نیز اسلامی ابلاغ اور صحافت بے حیائی سے روکتی ہے اور شائستگی کی تلقین کرتی ہے، اسلامی ابلاغ اور صحافت میں قول اور فعل میں تضاد نہیں ہے اور اس میں حق گوئی سے کام لیا جاتا ہے کہ جن سے اچھی اقدار کا فروغ ہو[۱۵]۔ ابلاغ کے اسلامی تصور میں کمرشل ذہنیت کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے، اس میں فتنہ پردازی سے گریز کی تلقین کی جاتی ہے، جھوٹی افواہ پھیلانا سخت ناپسندیدہ عمل سمجھا جاتا ہے، اسلام میں ابلاغ کی بنیادی خدوخال میں احتساب، اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ سے اجتناب، کردار سازی، حق بات کی تبلیغ، اتحاد بین المسلمین، اللہ کے ہاں جواب دہی کا تصور، قومی یکجہتی اتحاد و اتفاق، خلوص اور صداقت، اعتدال اور ایسے دیگر اوصافِ حمیدہ شامل ہیں، ذیل میں اسلام میں ابلاغ کے چند خدوخال قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کئے جا رہے ہیں:

## ابلاغ کے اصول اور حدود وضوابط قرآن وحدیث کی روشنی میں

اسلام میں ذرائع ابلاغ کا کام صرف خبر کو آگے پہنچادینا نہیں ہے بلکہ نیکی کو پھیلانا اور بدی کا سدِباب ذرائع ابلاغ سے متعلقہ افراد کی بھی ذمہ داری میں شامل ہے۔ ربِ کائنات کا حکم ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ٱلْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنْكَرِ وَأُوْلَئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ﴾[١٦] (اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے)۔

اسلام نے ہماری زندگی کے ہر میدان سے متعلق اصول اور حدود وضوابط مقرر کئے ہیں اور ہدایات دیں کہ حالات جیسے بھی ہوں انہی اصولوں اور حدود وضوابط کی مدد سے رہنمائی حاصل کی جائے جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

### ا۔ خبر کی تحقیق کے اُصول وضوابط

- **تحقیق شدہ ابلاغ**

خبر دینا دراصل گواہی دینا ہے اور گواہی کے حوالے سے اسلامی تعلیمات بڑی واضح اور دوٹوک ہیں، ارشاداتِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَقِيمُواْ ٱلشَّهَادَةَ لِلَّهِ﴾[١٧] (اور اللہ کے لئے ٹھیک ٹھیک گواہی دو)۔

ابلاغ کا کام خبر پہنچانا ہے اور اسلامی اصولوں کے مطابق خبر کی تحقیق کئے بغیر اس کا ابلاغ کرنا قطعاً درست نہیں ہے، حکم ربانی ہے:

﴿يَأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوْمَا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾[١٨] (اے ایمان والو! اگر تمھارے پاس کوئی گناہ گار خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچادو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ)۔

مزید فرمایا:

﴿وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُولئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً﴾[١٩]

(جس بات کا یقینی علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ ہو لیا کرو کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے)۔

اسی بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ''[۲۰]۔

(انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ کافی دلیل ہے کہ وہ جو کچھ سنے، اسے آگے بیان کر دے)۔

- **تحقیقِ خبر کے اسلامی اصول**

قرآنی اصول کے مطابق ہر خبر کی تحقیق ضروری ہے اور اسی وجہ سے محدثین نے کسی بھی روایت کو پرکھنے کے اصول وضع کئے ہیں، علامہ شبلی نعمانی کے مطابق پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریکِ واقعہ تھا، اگر خود نہ تھا تو شریکِ واقعہ تک تمام راویوں کے نام بترتیب بتائے جائیں،۔ اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو اشخاص سلسلہء روایت میں آئے کون لوگ تھے، کیسے تھے، کیا مشاغل تھے، چال چلن کیسا تھا، حافظہ کیسا تھا، سمجھ کیسی تھی، ثقہ تھے یا غیر ثقہ، سطحی الذہن یا دقیقہ بین، عالم تھے یا جاہل؟ ان جزئی باتوں کا پتا لگانا سخت مشکل بلکہ ناممکن تھا، سینکڑوں ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اسی کام میں صرف کر دیں، ایک ایک شہر میں گئے، راویوں سے ملے، ان کے متعلق ہر قسم کی معلومات بہم پہنچائیں، جو لوگ ان کے زمانے میں موجود نہ تھے، ان کے دیکھنے والوں سے حالات دریافت کئے، ان تحقیقات کے ذریعے سے اسماء الرجال کا عظیم الشان فن تیار کیا[۲۱]۔

- **ابلاغ اور جھوٹی افواہ**

ابلاغ اور ذرائع ابلاغ کے کردار اور ذمہ داریوں کے حوالے سے قرآنِ کریم کا ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ افواہیں پھیلا کر افراتفری نہ پیدا کی جائے۔

﴿وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ ٱلْأَمْنِ أَوِ ٱلْخَوْفِ أَذَاعُواْ بِهِۦ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ﴾[۲۲]

(جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول ﷺ کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے، تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

ہر معاشرے میں ایسے سلفہ مزاج لوگ ہوتے ہیں جن کا محبوب مشغلہ بے پر کی اڑانا اور غلط افواہیں پھیلانا ہوتا ہے، ایسی افواہیں خاندانوں، قبیلوں اور بسا اوقات قوموں کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں[۲۳]۔

- **ذرائع ابلاغ کے استعمال میں گمان اور قیاس کی ممانعت**

ذرائع ابلاغ کے استعمال کے معاملے میں یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ حد سے زیادہ گمان اور قیاس سے کام لیا جاتا ہے جبکہ اسلام اس کی حوصلہ شکنی کرتا ہے، اسی بارے میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يٰأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُواْ ٱجْتَنِبُواْ كَثِيراً مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ﴾[۲۴]

(اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں)۔

پھر ارشاد ہوا:

﴿إِن يَتَّبِعُونَ إِلاَّ ٱلظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلاَّ يَخْرُصُونَ﴾

(وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں)۔

- **ابلاغ اور اکثریت کی رائے**

خبر کی صحت کا معیار کثرتِ رائے نہیں ہے بلکہ یہ صحافی کی ذمہ داری ہے کہ وہ خبر کی حقیقت معلوم کرے اور صحتِ خبر کا یقین حاصل کرنے کے بعد ہی خبر کو آگے پہنچائے، اکثریت کی رائے کے بارے میں حکمِ خداوندی ہے:

﴿وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي ٱلأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ﴾[۲۵]

(اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں)۔

## وقائع نگاری کے آداب

صحافت میں وقائع نگاری کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، خبروں کی فراہمی اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی وژن کے شعبہء خبر میں کئی کئی وقائع نگار اور علاقائی نامہ نگار مقرر ہوتے ہیں جو مختلف ذرائع سے خبریں اکھٹی کر کے اپنے اپنے اداروں کو مہیا کرتے ہیں، خبر رساں ایجنسیاں جو خبریں مہیا کرتی ہیں وہ بھی نامہ نگاروں ہی کی جمع کی ہوئی ہوتی ہیں۔ وقائع نگاری کے جہاں کچھ تکنیکی اصول ہوتے ہیں وہاں کچھ اسلامی ضابطے بھی ہیں۔نامہ نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ حالات و واقعات اور مسائل و معاملات کی کچھ سوجھ بوجھ کے علاوہ خوش اخلاق، نیک نام، خدا ترس، خیر خواہ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ صادق اور امانتدار ہو، راز کو راز رکھنا جانتا ہو تاکہ باخبر حلقے اور ذرائع اپنانام ظاہر ہو جانے کے اندیشے کے بغیر اسے بے تکلف رازہائے درونِ پردہ سے آگاہ کر سکیں۔ فنی اعتبار سے وقائع نگار میں خبر کی پہچان کے علاوہ موزوں سوال کرنے کی اہلیت کا ہونا بھی

ضروری ہے کوئی خبر یا اطلاع کسی سے سوال کر کے ہی معلوم کی جاسکتی ہے۔ وقائع نگار کے لئے ضروری ہے کہ خبر کی صحت کا بھی خاص خیال رکھے۔ معروضی وقائع نگاری کا مطلب محض اتنا ہی نہیں کی بات کو جوں کا توں بیان کر دیا جائے بلکہ یہ بھی ہے کہ ایسا کرتے ہوئے پورے احساسِ ذمہ داری سے کام لیا جائے (۲۶)۔

## ۲۔ اِبلاغ کے اُصول وضوابط

- **اظہارِ خیال میں شائستگی**

ابلاغ اور ذرائع ابلاغ کا استعمال چاہے کسی بھی صورت میں ہو اظہارِ خیال میں شائستگی اور نزاکت کا ہونا ضروری ہے اور یہ بھی قرآنِ کریم کا ایک اہم اصول ہے: ﴿وَقُولُواْ لِلنَّاسِ حُسْناً﴾ (۲۷) (اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا)۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو جب فرعون کی طرف بھیجا تو تب بھی نرمی سے بات کرنے کی تاکید کی، ارشاد ہوا: ﴿فَقُولاَ لَهُ قَوْلاً لَّيِّناً﴾ (۲۸) (تم دونوں اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا)۔

- **ہر خبر کی اشاعت**

اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ ابلاغ دراصل خبر دوسروں تک پہنچانے سے عبارت ہے، مگر اس حوالے سے ایک اہم نقطہ یہ بھی ہے کہ کیا یہ ضروری ہے کہ ہر خبر کا ابلاغ کیا جائے اور ہر خبر کو دوسروں تک ہر حال میں پہنچایا جائے۔ درحقیقت ایسا نہیں ہے، قران وحدیث اس بارے میں بڑی واضح ہدایات موجود ہیں،

اسی امر کی وضاحت میں نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے ایک دلچسپ مثال ملتی ہے اور یہ آپ ﷺ پر جادو کئے جانے کا واقعہ ہے، امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے یہ حدیث روایت کی ہے، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ وہ جادو والے کنگھی اور بال وغیرہ نکال کر کیوں نہیں لائے تو جو جواب آپ ﷺ نے دیا وہ اس امر پر دلالت کرتا ہے ہر بات اور ہر خبر کو عوام کے سامنے لانا ضروری نہیں ہوتا ہے۔

﴿فَقُلْتُ اسْتَخْرَجْتَهُ فَقَالَ لَا أَمَّا أَنَا فَقَدْ شَفَانِي اللَّهُ وَخَشِيتُ أَنْ يُثِيرَ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا ثُمَّ دُفِنَتْ الْبِئْرُ﴾ (۲۹)

(تو میں نے کہا آپ ﷺ اس (کنگھی اور بال وغیرہ) کو نکال لیتے تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، جہاں تک میرا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے شفادے دی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ (اس کو نکالنے سے) لوگوں پر برا اثر ہوگا، پھر اس کنوئیں کو بند کر دیا گیا)۔

اس نص کی روشنی میں یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی ایسی خبر جس میں کسی کی ذات یا ذاتی زندگی پہ حملہ ہو، شائع کرنا ضروری نہیں ہے، اسی طرح فحاشی سے متعلقہ خبریں، جرائم، مقدمات، اغوا، بدکاری جیسی خبروں کو شائع کرنے سے فائدے کے مقابلے میں نقصان ہونے کا امکان زیادہ ہے۔ اگر ایسے جرائم ثابت بھی ہو جائیں تو بغیر تصویر کے شائع کرنی چاہیے۔ یہی معاملہ مذہبی اور مسلکی معاملات کا بھی ہے۔

- **ابلاغ اور ظلم کے خلاف احتجاج کا حق**

کسی بھی صورت میں ظلم کا ساتھ نہیں دینا چاہئے اور اگر خود انسان کے ساتھ یا کسی اور کے ساتھ ظلم ہو تو اسلام میں ابلاغ کے اصول سرگرمِ عمل ہو جاتے ہیں:

﴿لاَّ يُحِبُّ ٱللَّهُ ٱلْجَهْرَ بِٱلسُّوٓءِ مِنَ ٱلْقَوْلِ إِلاَّ مَن ظُلِمَ﴾ (۳۰)

(برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے)۔

پھر ارشاد ہوا:

﴿وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لاَ يَفْعَلُونَ إِلاَّ ٱلَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّالِحَاتِ وَذَكَرُواْ ٱللَّهَ كَثِيراً وَٱنتَصَرُواْ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُواْ وَسَيَعْلَمُ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوۤاْ أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ (۳۱)

(اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کیا اور بدلہ لیا انھوں نے اس کے بعد کہ ان پر ظلم ہوا اور وہ جاننا چاہتے ہیں کہ ظالم کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے)۔

جھوٹ میں دوسروں کی تائید اور ظلم میں مدد نہیں کرنی چاہئے بلکہ آزادی سے حق کی آواز بلند کرنی چاہئے، اسی حوالے سے پھر ارشاد ہوا: ظلم کے خلاف آواز کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا ایک اور حکم ہے:

''أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ أَوْ أَمِيرٍ جَائِرٍ'' (۳۲).

(افضل ترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے)۔

- **فواحش کے سدِباب پر مبنی ابلاغ**

ابلاغ اور ذرائع ابلاغ کے کردار اور ذمہ داریوں کے حوالے سے قرآنِ کریم کا ایک اہم اصول ہے کہ فواحش کو پھیلنے سے روکا جائے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَاحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ آمَنُواْ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلآخِرَةِ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ﴾ (۳۳)

(بے شک وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں فحش پھیلے، وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)۔

- **ابلاغ اور تحفظِ آبرو**

آبرو کے تحفظ پر اسلام بہت زور دیتا ہے اور کسی پر تہمت لگانے کی شدید مذمت کرتا ہے، حکمِ ربانی ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ يَرْمُونَ ٱلْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُواْ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَٱجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلاَ تَقْبَلُواْ لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُوْلَئِكَ هُمُ ٱلْفَاسِقُونَ﴾ (۳۴)

(اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ فاسق ہیں)۔

ابلاغ اور ذرائع ابلاغ کے کردار اور ذمہ داریوں کے حوالے سے قرآنِ کریم کا ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ اس سارے عمل میں کسی دوسرے انسان کی دل آزاری نہ ہونے پائے، کسی کا مذاق نہ اڑایا جائے، آبرو کے تحفظ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ''(۳۵).

(مسلمان کا مسلمان پر خون، مال اور عزت وآبرو حرام ہے)۔

اسی بارے میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات بھی بہت اہم ہیں:

''وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''(۳۶).

(اور شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا)۔

- **مذہبی دل آزاری کا سبب بننے والے ابلاغ کی ممانعت**

اسلام اس امر کا روادار نہیں کہ مختلف مذہبی گروہ ایک دوسرے کے خلاف دریدہ دہنی سے کام لیں اور ایک دوسرے کے پیشواؤں پر کیچڑ اچھالا کریں، قرآنِ کریم میں ہر شخص کے مذہبی معتقدات اور اس کے پیشوایانِ مذہب کا احترام کرنا سکھایا گیا ہے، مختلف مذاہب اور معتقدات پر دلیل سے گفتگو کرنا اور معقل

طریق سے تنقید کرنا یا اظہارِ اختلاف کرنا تو آزادیٔ اظہار کے حق میں شامل ہے، مگر دل آزاری کے لئے بدگوئی کرنا روا نہیں ہے[۳۷]۔

﴿وَلاَ تَسُبُّواْ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ﴾ [۳۸]

(اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں)۔

- **بامقصد ابلاغ**

خبر کی تلاش میں کسی کے بھی ذاتی معاملات میں مداخلت کو اسلام سخت ناپسند کرتا ہے، اسی بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلاَ تَجَسَّسُواْ وَلاَ يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً﴾ [۳۹]

(اور تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے)۔

- **درست اور انصاف پر مبنی ابلاغ**

ابلاغ اور ذرائع ابلاغ کے کردار اور ذمہ داریوں کے حوالے سے قرآنِ کریم کا ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ ہمیشہ سیدھی بات کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَقُولُواْ قَوْلاً سَدِيداً﴾ [۴۰] (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی بات کیا کرو)۔

﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَٱعْدِلُواْ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ﴾ [۴۱]

(اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو، گو کہ وہ شخص قرابت دار ہی ہو)۔

- **اِبلاغ میں متین طرزِ گفتگو**

متانت اعتدال اور توازن اسلام کے اہم اصولوں میں سے ہیں اور ابلاغ اور ذرائع ابلاغ کے کردار اور ذمہ داریوں کے ضمن میں اسلام یہ اصول دیتا ہے کہ جو بھی بات یا خبر آگے دی جائے تو انداز متین ہو اور اعتدال کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے، قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَٱغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ ٱلأَصْوَاتِ لَصَوْتُ ٱلْحَمِيرِ﴾ [۴۲]

(اور اپنی آواز پست کر یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے)۔

اسی بارے میں نبی کریم ﷺ کا طرزِ عمل بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے:

''كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ'' [۴۳]

(رسول اللہ ﷺ کا کلام ایک دوسرے سے الگ الگ ہوتا تھا اور جو کوئی اس کو سنتا تھا سمجھ لیتا تھا)۔

### ابلاغ اور فتنہ پردازی

اسلام کی نظر میں وہ ابلاغ، ابلاغ ہے ہی نہیں کہ جو فتنے اور فساد کا باعث ہو اور اسلام فتنے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿وَٱلْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ ٱلْقَتْلِ﴾ (۴۴)

(اور فتنہ پردازی قتل سے زیادہ سخت ہے)۔

### ابلاغ اور کلامِ دلفریب

ذرائع ابلاغ کا استعمال انتہائی ذمہ داری کا کام ہے اور اسے بہت سنجیدگی سے کرنے کی ضرورت ہے، اس حوالے سے بھی اسلام اصول اور ضابطے فراہم کرتا ہے۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْتَرِى لَهْوَ ٱلْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُواً أُوْلَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (۴۵)

(اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے)۔

- **ابلاغ میں صبر اور عفو در گذر**

ممکن ہے کہ ذرائع ابلاغ کے درست اور جرات مندانہ استعمال کو کچھ لوگ پسند نہ کریں اور ان کا رد عمل انسان کو غیر مناسب رویہ اختیا کرنے پر مجبور کر سکتا ہے، مگر اسلام اس چیز کی اجازت نہیں دیتا ہے، اسلام کا اصول یہ ہے کہ برائی کے بدلے میں بھی اچھائی کی جائے۔ ہدایتِ قرآنی ہے:

﴿وَلاَ تَسْتَوِى ٱلْحَسَنَةُ وَلاَ ٱلسَّيِّئَةُ ٱدْفَعْ بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ فَإِذَا ٱلَّذِى بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِىٌّ حَمِيمٌ﴾ (۴۶)

(نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست)۔

برائی کے جواب میں اسلام حتی الامکان اچھائی کرنے اور اس کا سدِباب جہاں تک ممکن ہو کرنے کی ہدایت کرتا ہے

### ابلاغ میں تحریف کی ممانعت

اکثر ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ خبر ہوتی کچھ ہے اور اس میں کسی نہ کسی وجہ سے، دانستہ یا نادانستہ ایسی تبدیلی ہو جاتی ہے کی خبر کی اصل صورت ہی تبدیل ہو جاتی ہے، اسلام اس امر کی مذمت کرتا ہے اور اس کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿مِّنَ ٱلَّذِينَ هَادُواْ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ﴾(۴۷)

(بعض یہود کلمات کو ان کی ٹھیک جگہ سے ہیر پھیر کر دیتے ہیں)۔

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِيٓ آيَاتِنَا لاَ يَخْفَوْنَ عَلَيْنَآ﴾(۴۸)

(بے شک جو لوگ ہماری آیات میں کج روی کرتے ہیں وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں)۔

- **ذرائع ابلاغ کے استعمال میں لالچ سے اجتناب**

ذرائع ابلاغ کے استعمال میں لالچ کے عنصر کا بھی چاہتے نہ چاہتے ہوئے کسی نہ کسی صورت میں کچھ نہ کچھ عمل دخل ضرور ہوتا ہے۔ لالچ کسی بھی صورت میں ہو اسلام اس کی حوصلہ شکنی کرتا ہے، چنانچہ قرآنی ہدایت ہے:

﴿وَلاَ تَشْتَرُواْ بِعَهْدِ ٱللَّهِ ثَمَناً قَلِيلاً إِنَّمَا عِنْدَ ٱللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾(۴۹)

اور تم اللہ کے عہد کو تھوڑے مول کے بدلے نہ بیچ دیا کرو، یاد رکھو اللہ کے پاس کی چیز ہی تمہارے لئے بہتر ہے بشرطیکہ تمہیں علم ہو۔

- **ذرائع ابلاغ کے ذریعے فرقہ بندی اور عصبیت کا سدِباب**

خبر کے ابلاغ اور ابلاغ کے انداز میں اس امر کو ملحوظِ خاطر رکھنا لازمی ہے کہ کہیں اس ابلاغ میں فرقہ بندی اور عصبیت کا شائبہ بھی نہ ہو، فرقہ بندی اور عصبیت ایسے ناسور ہیں کہ جنہوں نے ہمارے معاشرے کی بیخ کنی کی ہے اور اس حوالے سے ذرائع ابلاغ کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے، اسلام میں فرقہ بندی اور عصبیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس بارے میں خالق کائنات کا فیصلہ دوٹوک ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمْ وَكَانُواْ شِيَعاً لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَآ أَمْرُهُمْ إِلَى ٱللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَفْعَلُونَ﴾(۵۰)

(جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے یقیناً تمہارا ان سے کوئی واسطہ نہیں ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی عصبیت کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے:

''لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ''(۵۱)۔

(وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی دعوت دے اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی بنیاد پر جنگ کرے اور ہم میں سے وہ بھی نہیں ہے جو عصبیت کی حالت میں مرے)۔

- **ابلاغ میں راز کی حفاظت**

ذرائع ابلاغ کے ذمہ دارانہ استعمال میں ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ رازداری کا خیال کیا جائے، ظاہر ہے خبر کسی ذریعے سے ملتی ہے اور ذریعے کو صیغہ ءراز میں رکھنا صحافی کی بنیادی ذمہ داری میں شامل ہے،

سرورِ کائنات کا ارشادِ گرامی ہے: ''إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِالْحَدِيثِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ''(۵۲) (جب کوئی آدمی تم سے بات کرے اور اِدھر اُدھر مڑ کر دیکھے تو اس کی یہ بات تمہارے پاس امانت ہے

- **ابلاغ اور جاہلوں سے اعراض**

ہر انسان سے بحث کرنا ہوتی ہے اور نہ ہی ہر کسی کی ہر ایک بات کا جواب دینا ہوتا ہے، ذرائع ابلاغ کے حوالے سے یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ صحافی حضرات بے جا اور بے مقصد بحث کا حصہ بن جاتے ہیں اور ایسے میں اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے، اس بارے میں قرآنِ پاک کے درج ذیل ارشادات واضح رہنمائی اور ہدایات فراہم کرتے ہیں: ﴿خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَاهِلِينَ﴾ (۵۳)

(آپ درگزر کو اختیار کریں اور نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جائیں)۔

﴿وَإِذَا سَمِعُواْ ٱللَّغْوَ أَعْرَضُواْ عَنْهُ وَقَالُواْ لَنَآ أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ لاَ نَبْتَغِى ٱلْجَاهِلِينَ﴾ (۵۴) (اور جب بیہودہ بات کان میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے، تم پر سلام ہو، ہم جاہلوں سے (الجھنا) نہیں چاہتے)۔

- **ذرائع ابلاغ میں ناجائز مدح سرائی سے پرہیز**

اکثر و بیشتر ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ ذرائع ابلاغ سے متعلقہ افراد اپنے فرائض کی ادائیگی میں اپنے اصل ہدف کو کھو کر ان لوگوں کی خوشنودی میں لگ جاتے ہیں کہ جن سے ان کو کسی فائدے کی امید ہوتی

ہے، ایسا صرف ذرائع ابلاغ کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ کا یہ حکم اس حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے:

''من أرضى سلطانا بسخط ربه عز و جل خرج من دين الله تبارك و تعالى''(۵۵)۔

(جس نے کسی صاحبِ اقتدار کو راضی کرنے کے لئے وہ بات کہی جو اس کے رب کو ناراض کر دے تو وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے نکل گیا)۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

''إِذَا رَأَيْتُمْ الْمَدَّاحِينَ فَاحْثُوا فِي وُجُوهِهِمْ التُّرَابَ''(۵۶)۔

(جب تم ثناخوانوں کو تعریف کرتے دیکھو تو ان کے مونہوں میں مٹی بھرا کرو)۔

- **آزادیٔ رائے اور تکریمِ انسانیت**

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور آدمؑ کی ہر اولاد کو عزت سے نوازا، ارشاد ہوا:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ---﴾(۵۷)( یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو بڑی عزت دی)۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کے جان و مال اور خون کا احترام بیت اللہ سے بھی زیادہ ہے، آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:

''الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ''(۵۸)۔

(ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت حرام ہے)۔

پھر فرمایا:

بدترین زیادتی کسی مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ کرنا ہے(۵۹)۔

مگر آج معاملہ کچھ اور ہے، ایک مسلمان کے جان و مال اور خون کی نہ کوئی قیمت ہے نہ توقیر، جب چاہا جسے چاہا، آزادیٔ رائے کی آڑ میں جو جی میں آیا کہہ دیا، یہ ہمارے پیارے رسولِ عربی کی تعلیمات کے بالکل منافی ہے۔

اسلام میں مطلق آزادی نہ فرد کو حاصل ہے نہ جماعت کو اور نہ اس کی گنجائش موجود ہے۔ سب اپنے رب کی منشا کے مطابق عمل کرنے کے پابند ہیں تاہم اسلام کے دائرے میں رہتے ہوئے انسان کو جو آزادی حاصل ہے وہ اس کا بنیادی حق ہے۔ تمام افراد اور ادارے ربِ کریم کی منشا پوری کرنے کے پابند ہیں۔ فرد، ریاست اور ذرائع ابلاغ سب کا مقصد خیر کا فروغ اور شر کا انسداد ہے، سب کے حقوق اور فرائض

اور دائرہ کار متعین ہیں۔ اسلامی معاشرے میں ذرائع ابلاغ مغربی معاشرے کی طرح آزاد نہیں ہوتے اور اس ضابطہء اخلاق کے پابند ہوتے ہیں جس کی پابندی معاشرے کے افراد اور دوسرے اداروں پر لازم ہے[۶۰]۔

### ۳۔ مزاح نگاری کے آداب

نبی کریم ﷺ کی زندگی سے شگفتہ مزاح کی کئی مثالیں ملتی ہیں، چاہے وہ بڑھیا کے جنت میں جانے کی بات ہو یا ام ایمن رضی اللہ عنہا کو اونٹ دینے کا واقعہ ہو اور اسی سے مزاح کا جواز ملتا ہے۔ تاہم مذاق کرنے اور دوسروں کا مذاق اڑانے میں بہت فرق ہے۔ مذاق اڑانے سے مراد محض زبان ہی سے کسی کا مذاق اڑانا نہیں ہے بلکہ کسی کی نقل اتارنا، اس کی طرف اشارے کرنا اس کی بات کا کام پر ہنسنا یا اس کے کسی نقص یا عیب کی طرف لوگوں کی توجہ دلانا، یہ سب بھی مذاق اڑانے میں داخل ہے۔ کسی کی تضحیک میں لازماً اپنی بڑائی اور دوسرے کی تذلیل و تحقیر اور دل آزاری شامل ہوتی ہے جو اخلاقاً سخت معیوب ہے اور اسی بنا پر اس فعل کو حرام کیا گیا ہے[۶۱]۔

### ۴۔ تصویری ابلاغ کی شرعی حدود

یوں تو تصویر کشی کا معاملہ ویسے بھی متنازعہ رہا ہے تاہم فقہ کے اس اصول سے اس تنازعہ کو حل کرنے میں ہمیشہ مدد ملی ہے، الضرورات تبیح المحظورات یعنی انسان کی حقیقی ضروریات کے لئے وہ چیزیں جائز ہو جاتی ہیں جو بجائے خود ناجائز ہیں۔ تاہم تصویری ابلاغ کے حوالے سے چند شرعی اور اخلاقی ہدایات قابلِ ذکر ہیں۔

- جو شخص تصویر کا موضوع ہو اس کی اجازت کے بغیر تصویر نہ چھاپی جائے۔
- جب تصویر کا موضوع شخص رضاکارانہ طور پر اپنے آپ کو پبلک کے سامنے پیش کرے۔
- جب عام دلچسپی کی کسی خبر کے ساتھ کوئی تصویر دی جائے۔
- جن لوگوں کو اخلاقی جرائم کے سلسلے میں پکڑا جائے ان کی تصاویر نہ چھاپی جائیں۔
- گرفتار شدہ فاحشہ عورتوں کی تصویر چھاپنا نامناسب ہے۔
- مسخ شدہ لاشوں کی تصویر بھی نہ چھاپی جائے۔
- تصویر میں کوئی تبدیلی یعنی تحریف نہ کی جائے[۶۲]۔

## ۵۔ اشتہارات کے اُصول وضوابط

افراد کے تعارف، تصورات، منصوبوں کی تشہیر، مصنوعات کو روشناس کرانے اور خدمات کے اشتہار کی ضرورت ہر دور میں محسوس کی گئی ہے، ذرائع ابلاغ کی ترقی کے بعد کام اشتہار بازی سے لیا جانے لگا جو رفتہ رفتہ باقاعدہ ایک فن بن گیا اور اشتہارات کو ذرائع ابلاغ خصوصاً اخبارات، رسائل، ریڈیو اور ٹیلی وژن کی معیشت میں شہ رگ کا درجہ حاصل ہو گیا، تاہم مسلمان صحافی، مسلمان مالکِ اخبار اور اشتہار دینے والا مسلمان تاجر یا کوئی بھی فرد مسلمان ہونے کی حیثیت میں بہر حال اسلامی ضابطہ ءحیات کا پابند ہے، اسے اسلامی احکام و تعلیمات کی رو سے یہ دیکھنا ہو گا کہ اشتہار میں کوئی قباحت نہیں ہے، اشتہار سازی کا مقصد لوگوں کو ترغیب دلا کر مصنوعات کے خریدنے اور خدمات کے حصول پر آمادہ کرنا ہے، ایسی صورت میں اشتہار سازی کا عمل کسی فرد، گروہ یا چیز کی سفارش کی حیثیت رکھتا ہے(٦٣)۔ سفارش کے حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَّن يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَن يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا﴾ [٦٤] (جو بھلائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا اور جو برائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا)۔

یہ وہ چند چیدہ چیدہ اصول ہیں جو قرآن و حدیث کی روشنی میں ذرائع ابلاغ کے حوالے سے ضابطہ ءاخلاق فراہم کرتے ہیں۔ یہ اصول یہ وضاحت کرتے ہیں کہ ایک اسلامی معاشرے میں ذرائع ابلاغ کس طرح سے کام کریں گے۔ تعلقاتِ عامہ کے شعبے میں کام کرنے والوں پر اصلاحِ معاشرہ اور حقائق بیان کرنے کے ضمن میں کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ذرائع ابلاغ سے متعلقہ تمام شعبوں کے بارے میں یہ اصول رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

ایک مسلمان صحافی کا اولین فرضیہ ہے کہ وہ نہ صرف اپنی ذاتی زندگی میں اسلام کے احکام وتعلیمات پر عمل کرے بلکہ اپنے پیشہ وارانہ فرائض میں بھی اس بات کو ہمیشہ ملحوظ رکھے کہ اس کا قلم اور زبان ٹھیک ٹھیک اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے استعمال ہوں۔ یوں ایک مسلمان صحافی کا کردار دعوتِ دین کے داعی اور مبلغ کی طرح ہوتا ہے[٦٥]۔

دور حاضر میں صحافتی ضابطہ ءاخلاق

## بین الاقوامی صحافتی ضابطہ ءاخلاق

بین الاقوامی صحافتی ضابطہ ءاخلاق کے مطابق آزادیءصحافت کی بہتر طور پر حفاظت کا تقاضا یہ ہے کہ صحافت اور ابلاغِ اجتماعی کے دوسرے اداروں میں کام کرنے والے مسلسل اور رضاکارانہ طور پر جدوجہد

کریں تاکہ ذمہ داری کا اعلیٰ احساس قائم رہے اور واقعات کا بیان اور حقائق کی ترجمانی اور تاویل میں صداقت کا اصول ان کے لئے مشعلِ راہ بنا رہے۔ بین الاقوامی صحافتی ضابطہ ءاخلاق کے بنیادی اصول یہ ہیں: فلاحِ عامہ ،عظمتِ آدم اور شرافتِ انسانی، تعلیمی، معلوماتی اور تفریحی مواد کی خبروں کو احتیاط سے چھاپا جائے، ہر تعمیری کام اور سرگرمی کی حفاظت کی جائے، صداقت، صحتِ معلومات، غیر جانبداری، شائستگی اور معاشرتی اقدار کی ترجمانی کی جائے ،عدالتوں کے نظم و نسق میں مداخلت نہ کی جائے، عوام الناس کی عزتوں کو محفوظ رکھا جائے، تصویری صحافت، کارٹون اور اشتہارات میں بھی ضابطہ ءاخلاق کی پابندی ضروری ہے[۶۶]۔

## پاکستان میں رائج صحافتی ضابطہ ءاخلاق

پاکستان میں دو قسم کے صحافتی ضابطہ ءاخلاق ہیں، ایک کا نام کونسل آف پاکستان نیوز پیپر ایڈیٹر کا ضابطہ ء اخلاق اور دوسرے کا نام پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹ کا ضابطہ ء اخلاق ہے۔ اول الذکر کی تدوین اور تیاری کا کام ۱۹۶۳ء میں شروع کیا گیا اور اس میں تین مرتبہ نظر ثانی کر کے کچھ نکات حذف بھی کئے گئے۔ یہ ضابطہ ء اخلاق چودہ نکات پر مشتمل ہے، مؤخر الذکر کو صحافیوں کی تنظیم نے ۱۹۵۰ء میں اپنے لئے مرتب کیا اور یہ تیرہ نکات پر مشتمل ہے[۶۷]۔

تمام نکات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نکات عمومی صحافتی اصولوں کے تحت ترتیب دیے گئے ہیں اور اسلامی مملکت ہونے کے ناطے اسلامی ضابطہ ءاخلاق سے کماحقہ رہنمائی نہیں حاصل کی گئی ہے۔

## صحافتی اخلاقیات اور پاکستانی میڈیا

قرآن وحدیث اور تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ابلاغ کے تصور، اس کے خدوخال اور اصولوں اور حدود وضوابط کے تناظر میں اگر پاکستانی میڈیا کے کردار کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنے میں شاید کسی کو بھی تأمل نہ ہو کہ مملکتِ خداداد پاکستان میں ذرائع ابلاغ کا شرعی اصولوں کے مطابق استعمال کہیں بہت کم اور کہیں نہ ہونے کے برابر ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے دوڑ لگی ہوئی ہے، ریٹنگ کی جنگ ہے، ذرائع ابلاغ کا ناجائز استعمال خوف کی علامت بن گیا ہے، یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ آپ کسی ایک صحافی کے خلاف حق بات بھی کر سکیں کیونکہ اپنی عزت کا خیال آڑے آجاتا ہے، ذرائع

ابلاغ کا کردار وہ ہے جس کی ان سے توقع ہے اور نہ یہ اپنی ذمہ داریاں کماحقہ ادا کر رہے ہیں۔ نہ صداقت ہے نہ مقصدیت اور نہ ہی معروضیت دکھائی دیتی ہے، خبر کی کماحقہ تحقیق نہیں کی جاتی ہے، جانبداری اور سیاسی وابستگیوں کی جھلک بہت واضح نظر آتی ہے، اخباروں اور چینلز کی حکومتی اور غیر حکومتی تقسیم کی جاتی ہے، مختلف اخبارات اور ٹی وی چینلز پر یہ الزام ہے کہ وہ مختلف سیاسی جماعتوں کی حمایت کرتے ہیں، ذرائع ابلاغ کا آزادیءرائے کے نام پہ ایسا بے لگام استعمال کیا جاتا ہے کہ قومی سلامتی کے ادارے بھی اس کی زد میں آنے سے بچ نہیں سکتے ہیں، بلیک میل کرنے کی وطیرہ بہت عام ہو گیا ہے اور اس سب میں عوام الناس کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مذاکرے اور ٹاک شوز میں گفتگو اور اندازِ گفتگو کا معیار ایسا نہیں ہوتا کی جیسا ہونا چاہیے، مارننگ شوز میں جو کچھ پیش کیا جاتا ہے وہ کسی طرح بھی اسلامی تعلیمات اور اسلامی ثقافت کا آئینہ نہیں ہوتا، پہلے ہر ایک گھنٹے بعد خبریں نشر کی جاتی تھیں پھر آدھے گھنٹے بعد اور اب جب ہر پندرہ منٹ بعد کوئی نہ کوئی خبر دینی ہی ہے کیونکہ خبروں کا وقت ہو گیا ہے تو ایسے میں ذرائع ابلاغ کے قانونی اور اخلاقی تقاضے پورا کرنا ذرا مشکل ہو جاتا ہے۔ فوری خبر اگر فوری نہ بھی ہو تو اسے فوری خبر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے، خبروں کے ساتھ گانے جوڑ دینا سمجھ سے بالاتر ہے، ہر کوئی صحافی بن سکتا ہے اور اسکے لئے کسی بھی قسم کی تربیت کی ضرورت نہیں ہے، صحافی ہر کسی سے سوال کر سکتا ہے مگر آپ کسی صحافی سے سوال نہیں کر سکتے ہیں، کوئی اخبار یا چینل کسی دوسرے اخبار یا چینل کا کسی بھی صورت میں ذکر کرنے کو تیار نہیں ہے سوائے اس کو نیچا دکھانے کے، سب سے پہلے کس نے خبر دی قطع نظر اس کے کہ کیا خبر دی جا رہی ہے اور یہ بھیکہ ہمارے خبر نشر کرنے کی وجہ سے فلاں مسئلہ حل ہوا ہے، کئی نامی گرامی صحافیوں کی شخصیات متنازع ہیں، اس کے علاوہ عورت کی بے حجابانہ نمائش اَذہان و قلوب کی پراگندگی اور انتشار کا باعث ہے، ہر جرم کی کہانی کو دوبارہ ڈرامے کی صورت میں دکھانا کسی طرح سے بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مغربی اور ہمسایہ ممالک کی اندھی تقلید نے ہمیں یہ سب کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور ایسا کرنے میں ہم نے صحافتی اخلاقیات کو نظر انداز کر دیا ہے۔

پاکستان ترقی پذیر ممالک میں شمار ہوتا ہے، یہاں کئی نسلوں کے لوگ آباد ہیں لیکن اکثریت مسلمانوں کی ہے جو اسلام کے مضبوط رشتے سے منسلک ہیں، ان مسلمانوں کی تعداد ۹۷فیصد تک ہے۔ پاکستانی معاشرے میں جو تغیرات رونما ہو رہے ہیں ان کی وجہ ایک نئی معاشی تہذیب ہے جو کہ تمام نظام کو تہہ و بالا کرنے پر کمربستہ نظر آتی ہے، دولت کا حصول منتہائے مقاصد بنتا جارہا ہے[۶۸]۔

**خلاصہ بحث**

اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ رپورٹ برائے سال ۱۹۹۰ء میں درج ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان اسلامی نظریاتی مملکت ہے جو کہ اسلام کے مقدس نام پر معرضِ وجود میں آئی ہے، مگر افسوس کہ اس میں ذرائع ابلاغ کا کردار اس کے قیام کے ابتدائی ایام ہی سے منفی رہا[۶۹]۔ پاکستان اسلامی نظریاتی مملکت ہے، شریعت ایکٹ مجریہ ۱۹۹۱ء کی منظوری کے بعد ملک میں آزادی صحافت کے حدود و قیود کو اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اسلام نے ہر مرحلے پر انسان کی آزادی رائے اور اس کی عزت و توقیر کی ہر چیز کو اہمیت دی ہے۔ آزادی اظہار رائے بین الاقوامی طور پر انسانی حق تسلیم کیا گیا ہے اور اسلام اسے یہ حیثیت عطا کرنے والا پہلا مذہب ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ صحافت مشن کی بجائے صنعت بن گئی ہے، باہمی مقابلے کا رجحان اصل مقصد پر حاوی ہو گیا ہے، مجرم کو قوم کی نظر میں ہیرو بنا دیا جاتا ہے، اگر وہ مجرم نہیں بھی ہے تو ملزم اور متنازعہ تو ہے، حکومتوں کی ہر دور میں ذرائع ابلاغ کے معاملات میں مداخلت رہی ہے اور خاص کر آمرانہ دورِ حکومت میں ذرائع ابلاغ زیرِ عتاب رہا ہے۔ آزادیء صحافت سے مراد دراصل سچ بولنے کی آزادی ہے مگر اس آزادی کے معانی سمجھنے میں ہم سے کسی حد تک کوتاہی ضرور ہوئی ہے۔

**تجاویز و سفارشات**

- اسلامی صحافت کے تصورات اور خدوخال کو اجاگر کرنے اور ذرائع ابلاغ عامہ کا رخ صحیح سمت میں کرنے اور اسلامی اخلاقیات کی طرف موڑنے کی ضرورت ہے۔
- اشاعت فاحشہ کے سدِباب کے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

- اغوا، بدکاری اور دیگر مقدمات میں جب تک جرم ثابت نہ ہو جائیں، شائع نہیں کرنے چاہییں اور اگر ثابت ہو بھی جائیں تو پھر بغیر تصویر کے شائع کرنا بہتر ہے۔
- ذرائع ابلاغ کے ذریعے مذہبی اور مسلکی ہم آہنگی کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔
- غیر ملکی اور غیر اسلامی ثقافت کو فروغ دینے کی بجائے اسلامی تاریخی فلمیں اور کہانیاں اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔
- مادہ پرستانہ اور خود غرضانہ سوچ کی حوصلہ شکنی کر کے سادگی کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔
- صداقت اور عدالت کو جز لاینفک بنانے اور جھوٹی خبر اور اطلاع کو قابل تعزیر جرم بنانے کی ضرورت ہے۔
- پیمرا اور دیگر ایسے اداروں سے سیاسی مداخلت ختم کرنے کی ضرورت ہے۔
- ذرائع ابلاغ عامہ کے تعاون سے عوام الناس کو رشوت، سفارش اور دیگر اخلاقی خرابیوں سے آگاہ کیا جائے۔
- ازالہ حیثیت عرفی کی دفعات میں اس بات کا اہتمام کیا جائے کی کسی کی ہتکِ عزت پر سزا دلوانا موجودہ قانون کی نسبت آسان ہو جائے۔
- ازالہ حیثیت عرفی کے مقدمات کے لئے کورٹ فیس ختم کی جائے تاکہ لوگوں کی عزت محفوظ بنانے میں آسانی ہو۔
- فحاشی اور فحش نگاری سے متعلقہ مروجہ قوانین کو واضح اور سخت بنانے کی ضرورت ہے۔
- ذرائع ابلاغ سے متعلقہ افراد کے لئے اہلیت کی شرائط سخت کرنے کی ضرورت ہے۔
- اسلامی قوانین کی تفہیم اور ترویج کے لئے ذرائع ابلاغ عامہ حتی الامکان وقت دیں اور اس مقصد کے لئے حقیقی علماء کی خدمات حاصل کی جائیں۔
- علماء کے مشاورتی بورڈ کی مدد سے ضابطہ ء اخلاق کی تطبیق کو ممکن بنایا جائے۔
- غیر اسلامی اور ملکی پروگرام مثلاً عالمی مقابلہ ء حسن جیسے پروگرام نہ دکھائے جائیں۔
- کھیلوں کی حد سے زیادہ تشہیر نہ کی جائے کہ بچے سائنس دان، ماہرین تعلیم، قانون دان، علماء، دانشوروں کی بجائے کھلاڑیوں کو مثالی نمونہ بنالیں۔

- نسلی، لسانی اور دیگر عصبیتوں سے کنارہ کشی کر کے عوام الناس کی مضمر صلاحیتوں کو اس طرح اجاگر کیا جائے کہ وہ تدبر اور غور وخوض کی طرف آئیں۔
- دنیا ایک عالمی گاؤں بن چکی ہے، حالات وزمانے کی رعایت کو مدِ نظر رکھ کے ذرائع ابلاغ کی پالیسی بنانے اور منصوبہ بندی کرنے کی ضرورت ہے۔
- پاکستان یا امتِ مسلمہ کی سطح پر ایک مصدقہ عالمی خبر رساں ایجنسی بنانے کی ضرورت ہے تاکہ Reuters اور BBC جیسی خبر رساں ایجنسیوں کا سہارا نہ لینا پڑے۔
- سماجی رابطے کی ویب سائٹس کی نگرانی کے لئے بھی اسلامی اصول وضوابط کی روشنی میں لائحہ عمل بنانے کی ضرورت ہے

# حواشی وحوالہ جات


۱۔ قادری، سید اقبال، رہبر اخبار نویسی، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۹ء، ص: ۳۶۔

۲۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، قاہرہ، دارالمعارف، ص ۳۴۶۔

۳۔ اشرف، ڈاکٹر ہمایوں، اردو صحافت مسائل اور امکانات، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، ۲۰۰۶ء، ص: ۹۷۔

۴۔ ایاز محمد، ڈاکٹر، صحافتی ضابطہ اخلاق اور قرآنی تعلیمات، لاہور، نگارشات، ۲۰۰۲ء، ص: ۲۲۔

۵۔ نیازی، لیاقت علی خان، اسلام کا قانونِ صحافت، لاہور، بک ٹاک، ۱۹۹۵ء ص: ۱۱۱۔

۶۔ سورۃ المائدہ، ۵:۶۷۔

۷۔ زیات، احمد حسن، تاریخ الأدب العربی، قاہرہ، دار نھضۃ مصر للطبع والنشر، ص: ۸۳۔

۸۔ نثار احمد، ڈاکٹر، خطبہ حجۃ الوداع، لاہور، بیت الحکمت، ۲۰۰۸ء، ص: ۱۳۱۔

۹۔ طبرانی، المعجم الکبیر، باب أحادیث عبداللہ بن عباس، ص: ۸۸

۱۰۔ نثار احمد، ڈاکٹر، خطبہ حجۃ الوداع، لاہور، بیت الحکمت، ۲۰۰۸ء، ص: ۱۲۹۔

۱۱۔ سورۃ الطلاق، ۶۵:۲۔

۱۲۔ سورۃ آل عمران، ۳:۲۰۔

۱۳۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں: سورۃ المائدہ، ۵:۹۲، ۹۹، سورۃ الرعد، ۱۳:۴۰، سورۃ النحل، ۱۶: ۳۵، ۸۲، سورۃ النور، ۲۴:۵۳۔

۱۴۔ زینی، عبید السلام، اسلامی صحافت، لاہور، ادارہ معارف اسلامی، ۱۹۸۸ء، ص: ۴۸۔

۱۵۔ نیازی، لیاقت علی خان، اسلام کا قانونِ صحافت، لاہور، بک ٹاک، ۱۹۹۵ء، ص: ۵۹۔

۱۶۔ سورۃ آل عمران، ۳:۱۰۴۔

۱۷۔ سورۃ البقرہ، ۲:۸۳۔

۱۸۔ سورۃ الحجرات، ۴۹:۶۔

۱۹۔ سورۃ بنی اسرائیل، ۱۷:۳۶۔

۲۰۔ صحیح مسلم، المقدمۃ، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع، ص: ۱۵۔

۲۱۔ شبلی نعمانی، علامہ، سیرۃ النبی، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۲ء، ج ۱، ص: ۵۴۔

۲۲۔ سورۃ النساء، ۴:۸۳۔

۲۳۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ایضاً ص: ۵۸۵۔

۲۴۔ سورۃ الحجرات، ۴۹:۱۲۔

۲۵۔ سورۃ الانعام، ۶:۱۱۶۔

۲۶۔ زینی، عبد السلام، ایضاً ص:۱۵۰۔
۲۷۔ سورۃ البقرہ، ۲:۸۳۔
۲۸۔ سورۃ طہ، ۲۰:۴۴۔
۲۹۔صحیح بخاری، کتاب بدء الوحي، صفة اِبلیس وجنوده،۔
۳۰۔ سورۃ النساء، ۴:۱۴۸۔
۳۱۔ سورۃ الشعراء، ۲۶:۲۲۶،۲۲۷۔
۳۲۔سنن اَبی داؤد، کتاب الملاحم، باب الآمر والنهی۔
۳۳۔ سورۃ النور، ۲۴:۱۹۔
۳۴۔ سورۃ النور، ۴:۱۹۔
۳۵۔صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة و الآداب، باب تحریم ظلم المسلم،۔
۳۶۔صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة و الآداب، باب تحریم الظلم۔
۳۷۔ مودودی، سید ابو الاعلیٰ، اسلامی ریاست، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز،۱۹۷۷ء، ص:۵٦۸۔
۳۸۔ سورۃ الانعام، ٦:۱۰۸۔
۳۹۔ سورۃ الحجرات، ۴۹:۱۲۔
۳۹۔ سورۃ الاحزاب، ۳۳:۷۰۔
۴۱۔ سورۃ الانعام، ٦:۱۵۲۔
۴۲۔ سورۃ لقمان، ۳۱:۱۹۔
۴۳۔سنن اَبی داؤد، کتاب الأدب، باب الهدی فی الکلام۔
۴۴۔ سورۃ البقرہ، ۲:۱۹۱۔
۴۵۔ سورۃ لقمان، ۳۱:٦۔
۴٦۔ سورۃ حم السجدہ، ۴۱:۳۴۔
۴۷۔ سورۃ النساء، ۴:۴٦۔
۴۸۔ سورۃ حم السجدہ، ۴۱:۴۰۔
۴۹۔ سورۃ النحل، ۱٦:۹۵۔
۵۰۔ سورۃ الانعام، ٦:۱۵۹۔
۵۱۔ سنن اَبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی العصبیة
۵۲۔سنن اَبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی النقل الحدیث، ص:۹۔
۵۳۔ سورۃ الاعراف، ۷:۱۹۹۔

۵۴۔ سورۃ لقصص،۲۸:۵۵۔

۵۵۔المستدرک علی الصحیحین، کتاب الاحکام، ص:۱۱۶۔

۵۶۔صحیح مسلم، کتاب الزهد و الرقائق، باب النهي عن المدح۔

۵۷۔ سورۃ بنی اسرائیل،۱۷:۷۰۔

۵۸۔صحیح مسلم، کتاب البر و الصلۃو الآداب، باب تحریم ظلم المسلم۔

۵۹۔سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب من رد عن مسلم غیبة۔

۶۰۔ زینی، عبید السلام، ایضاً ص:۴۳۔

۶۱۔ مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۵، ج۵، ص:۸۵۔

۶۲۔ زینی، عبد السلام، ایضاً ص:۲۰۷۔

۶۳۔ زینی، عبد السلام، ایضاً ص:۲۵۹۔

۶۴۔ سورۃ النساء، ۴:۵۴۔

۶۵۔ ناز، اختر احسن، صحافتی ذمہ داریاں، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۰ء، ص:۱۱۵۔

۶۶۔ نیازی، لیاقت علی خان، ایضاً، ص: ۴۴۔

۶۷۔ ایاز محمد، ڈاکٹر، ایضاً ص:۴۴۔

۶۸۔ خورشید، عبد السلام، فنِ صحافت، لاہور، کاروان بک ہاؤس، ۲۰۱۰ء ص:۲۳۰۔

۶۹۔ قریشی، اشرف علی، سالانہ رپورٹ، اسلام آباد، اسلامی نظریاتی کونسل، ۱۹۹۰ء، ص:۳۱۹۔